مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

مدیر مسئول
مشرف علی تھانوی

ماہنامہ الامداد
لاہور پاکستان

مدیر
خلیل احمد تھانوی

شمارہ ۱۱	رجب المرجب ۱۴ھ / اکتوبر ۲۰۰۱ء	جلد ۲

طلب العلم

ازافادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات وحواشی: مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپیہ — زرسالانہ =/۱۰۰ روپے

پتہ دفتر۔ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر ۴۴۸۰۶۰
۵۴۲۲۲۱۳
ماہنامہ الامداد

ناشر: مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۱۳/۲۰ ریتی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

وعظ

طلب العلم

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ وعظ پختہ گڑھی میں ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ بعد از نماز مغرب بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ مولانا سعید احمد تھانوی صاحب نے قلمبند فرمایا۔

سامعین کی تعداد ۱۵۰ تھی نیز خواتین کا مجمع بھی تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

ملقب بہ

طلب العلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیّدنا ومولٰینا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ وبارک وسلّم اما بعد فقد قال النبی ﷺ منھومان لا یشبعان طالب العلم وطالب الدنیا۔

یہ ایک حدیث ہے جس کے الفاظ اس وقت پڑھے گئے اس میں حضور ﷺ نے ایک نہایت سچا واقعہ جو نتیجہ خیز ہے اور جس سے ایک امر مہتم بالشان پر تنبہ(۱) فرمایا ہے اور مہتم بالشان ہونے کے ساتھ ہم کو اُس سے غفلت(۲) بھی ہے، بیان فرمایا ہے یعنی وہ مضمون نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ ضروری ہونے کا کیا مرتبہ ہوگا کہ وہ باوجودیکہ مفید ہے مگر لوگ اس سے غافل(۳) ہیں۔اس حدیث میں ایسا ہی مضمون بیان کیا ہے اس لئے بیان کے لئے اس کو اختیار کیا گیا۔

(۱) ایک عظیم الشان کام کیطرف متوجہ فرمایا ہے (۲) عظیم الشان کام ہونے کے باوجود ہمیں اس سے لاپرواہی ہے (۳) لاپرواہ۔

دو اہم امور

اسی کی شرح سے اس کا مفید ہونا اور اس سے ہمارا غافل ہونا معلوم ہو جائے گا کیونکہ اپنی حالت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوگا کہ دو باتوں کی ضرورت ہے ایک امر واقعی پر مطلع(۱) ہونے کی۔ دوسرے اُس امر واقعی کے متعلق اپنی حالت پر مطلع(۲) ہونے کی۔ اس طرح سے کہ ہماری حالت کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ کیا ہونی چاہئے؟ اس سے مضمون کا ضروری ہونا معلوم ہو جائیگا۔

علم کی حقیقت

ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا طالب علم کا اور طالب دنیا کا۔ حرص کا خلاصہ ہے کہ جس قدر چیز بڑھتی جائے اس کی طلب بڑھتی جائے پس اس حدیث میں دو حریصوں(۳) کی نسبت حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا پیٹ نہیں بھرتا ایک تو طالب علم یعنی دین کا طلب کرنے والا کیونکہ علم شارع علیہ السلام نے اُسی کو قرار دیا ہے باقی علمِ دنیا اگر وہ معین ہو جائے(۴) تو علم ہے ورنہ نہیں۔ اس کی ایسی مثال سمجھو کہ لکڑی باوجودیکہ کھائی نہیں جاتی اور نہ وہ کھانے میں داخل ہے لیکن چونکہ کھانے میں معین ہے اس لئے اس کو بھی کھانے کے حساب میں شمار کرتے ہیں کہ جب کھانے کا حساب ہوتا ہے تو یہ بھی حساب ہوتا ہے کہ ایک روپیہ ماہوار کی لکڑی صَرف ہوئیں اور کھانا سب ملا کر پانچ روپیہ میں پڑا۔ اب اگر کوئی کہے کہ کیا لکڑیاں بھی کھاتے ہو تو اس کو دیوانہ بتلائیں گے اور کہیں گے کہ معین بھی تابع ہو کر مقصود میں شمار

(۱) پہلی بات یہ معلوم ہو کہ اس کام کی حقیقت کیا ہے (۲) اس کام کے سلسلے میں ہمارا کیا حال ہے (۳) دو بھوکے (۴) علم دین کے حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر علوم معاش معین ہوں تو ضمناً ان کو بھی اُسی میں داخل کر دینگے لیکن اصل علمِ دین ہی ہے اور جو نہ علمِ دین ہو اور نہ معین ہو وہ جہل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں " ان من العلم لجھلاً " (علم کا بعض حصہ جہالت ہے) کہ اس کا نام تو علم ہے اور حقیقت میں وہ جہل ہے اس میں وہ علم دین بھی جس پر عمل نہ ہو خاص اس بدعمل کے اعتبار سے داخل ہے۔ اور علم دنیا بھی جب کہ معین نہ ہو۔ بہر حال مقصود عمل ہے اور جب یہ نہ ہو خواہ علم دین ہو اور عمل نہ ہو اور خواہ علم دین ہی نہ ہو کہ اُس سے عمل بالشریعۃ (۱) ممکن ہی نہیں تو یہ سب جہل۔ ہیں چنانچہ کسی کا قول ہے۔

ع علمے کہ راہ حق ننماید جہالت است

(وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھلائے جہالت ہے)

اس وقت گو اصطلاح میں اِن کو علوم کہا جاتا ہے مگر شارع کی نظر میں وہ علم نہیں جیسا اہل دنیا کی نظر میں بہت سے علوم خسیسہ علم نہیں جیسا غلاظت (۲) اُٹھانا کہ کوئی متمدن اس کو علم نہ شمار کرے گا باوجودیکہ وہ بھی بالمعنی الاعم علم (۳) ہے مگر فن خسیس ہونے کی وجہ سے اُس کو علم کی فہرست سے خارج (۴) کر دیا کیونکہ باتفاق عقلاء علم وہ ہے جس میں کوئی وجہ شرف (۵) کی بھی ہو تو شارع علیہ السلام کے نزدیک چونکہ سوائے علم دین کے اور دوسرے علوم میں کوئی شرف نہیں لہٰذا ان کو علوم میں شمار نہیں کیا۔ اور اس باب میں شارع علیہ السلام اور ان کے متبعین (۶) پر تعصب کا الزام نہیں لگ سکتا

(۱) صرف دنیا کا علم حاصل کر کے شریعت پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ شریعت پر عمل شرعی علم کے ذریعہ ہو سکتا ہے (۲) گندگی اٹھانا (۳) علم کے عام معنی کے اعتبار سے تو وہ بھی علم ہے کیونکہ علم کا نام ہے جاننے کا اور غلاظت اٹھانے کا طریقہ جاننا یہ بھی اس طرح ایک علم ہوا (۴) لیکن گھٹیا فن ہونے کی وجہ سے کوئی اس کو علم میں شمار نہیں کرتا (۵) بزرگی (۶) پیروکار۔

کیونکہ آپ جیسا جواب دینگے مہتر(۱) کے علم کو علم نہ کہنے میں وہی شارع علیہ السلام جواب دیں گے۔ اسی لئے میں نے علم کے ترجمے میں دین کی قید لگادی تھی۔

ہر خبر سے مقصود انشاء ہے

تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دو شخصوں کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا ایک طالب علم دین دوسرا طالب دنیا۔ یہ ایک واقعہ ہے جس کو ہر شخص مشاہدہ(۲) کرتا ہے۔ مگر مقصود صرف واقعہ کا بیان کرنا نہیں ہے کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں اور شارع علیہ السلام کا دامن تقدس(۳) اس دھبہ سے پاک ہے کہ وہ محض فضول باتوں کو بیان کریں۔ بلکہ میں غور کرتا ہوں تو یہ کلیہ(۴) پاتا ہوں کہ جتنے جُمل خبریہ شارع علیہ السلام کے کلام میں ہیں وہ "من حیث ہی خبر" مقصود نہیں(۵)، بلکہ ہر جملہ خبریہ سے کوئی جملہ انشائیہ مقصود ہے۔ خواہ وہ عقائد میں سے ہو یا اعمال سے۔ پس جب کوئی جملہ خبریہ دیکھے، سمجھے کہ مقصود اس سے کوئی جملہ انشائیہ ہے حتیٰ کہ قل ھو اللہ احد (آپ فرمادیجئے اللہ تعالیٰ ایک ہے) میں بھی جملہ انشائیہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد رکھو۔

حضور ﷺ ہمارا علاج کرتے ہیں۔ طبیب کا یہ کہنا کہ تم کو تپ دق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کا علاج بہت جلد کرو۔ تو جب شارع علیہ السلام ہمارے طبیب ہیں تو انھوں نے یا تو دوا کی خاصیت بیان کی ہے یا مرض کی خبر دی ہے۔ اور

---

(۱) جمعدار کے علم کے علم نہ ہونے پر (۲) دیکھتا ہے (۳) پاک دامن (۴) یہ اصول سمجھ میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے کلام میں جو جملہ خبریہ استعمال کیے گئے ہیں ان سے مقصود بھی انشاء ہے یعنی کسی کام کا حکم دینا اگرچہ وہ بشکل جملہ خبریہ یعنی واقعہ کی طرح ذکر کیا گیا ہے (۵) صرف اس اعتبار سے کہ وہ ایک خبر ہے مقصود نہیں۔

دونوں سے مقصود انشاء(۱) ہی ہے۔لہذا ہر عاقل پر ضروری ہے کہ ہر جملہ خبریہ سے انشاء کا پتہ چلالے(۲)۔پس یہاں بھی ایک جملہ انشائیہ مراد ہے تو اس خبر سے کہ ان دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا،بعد انضمام مقدمات خارجیہ کے کہ حرص دنیا کی مذموم ہے اور حرص علم کی محمود(۳)۔ایک میں جملہ انشائیہ اترکو اور دوسرے میں اطلبوا نکلا(۴)۔مزید توضیح(۵) اس دعوے کی کہ مقصود اس خبر سے انشاء ہے کہ ان دونوں حریصوں کا سیر نہ ہونا ایک امر مشاہد(۶) ہے۔

دو آدمیوں کا پیٹ نہیں بھرتا

چنانچہ دنیا کی نسبت تو سب ہی کو معلوم ہے کہ جب اس کی طلب ہوتی ہے تو واقعی ہرگز پیٹ نہیں بھرتا اور حدیث میں بھی ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو نالے مال کے ہوں تو یوں چاہے گا کہ تیسرا اور ہو،اور دو ندیوں کے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ خود چاندی سونے کا نالہ بہنے لگے اور یا یہ مراد ہے کہ جہاں وہ ندیاں ہوں اس جگہ مال بھرا ہو۔کسی نے خوب کہا ہے۔

گفت چشم تنگِ دنیادار را یا قناعت پُر کند یا خاکِ گور

(اس نے کہا کہ دنیادار کی تنگ آنکھ کو یا تو قناعت پُر کر سکتی ہے یا قبر کی مٹی ہی اسے بھر سکے گی)

---

(۱) جملہ انشائیہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس میں کسی کام کا حکم دیا جائے جملہ خبریہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی واقعہ کی خبر دی جائے تو مقصود ہر جملہ خبریہ سے بھی کوئی نہ کوئی حکم ہوتا ہے (۲) ہر جملہ خبریہ سے یہ معلوم کرے کہ اسمیں کیا حکم پوشیدہ ہے (۳) خارجی مقدمات ملانے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دنیا کی حرص بری اور علم کی حرص اچھی ہے (۴) ایک جملہ انشاء یعنی حکم یہ نکلا کہ یہ کام چھوڑ دو دوسرے میں یہ نکلا کہ طلب کرو (۵) اس دعویٰ کی وضاحت (۶) ایک مشاہداتی بات ہے۔

حدیث میں ہے کہ لا یملاء جوف ابن آدم الا التراب (ابن آدم کا پیٹ صرف مٹی ہی بھرے گی) یہ حدیث بھی ہے، اور بزرگوں کے کلام میں بھی اور مشاہدہ بھی ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں لوگ تعلیم بھی کرتے ہیں حرص دنیا کی، جس کا نام ترقی رکھا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا کی ترقی کرو اور قناعت نہ کرو۔ میں دنیا کی ترقی کو منع نہیں کرتا مگر دنیا کو قبلۂ توجہ بنانے سے روکتا ہوں۔ کسب دنیا منع نہیں ہے(۱) لیکن طلب دنیا منع ہے۔ حضور ﷺ نے کسب الحلال فریضة (حلال کمائی مستقل فریضہ ہے) فرمایا اور حب الدنیا رأس کل خطیئة (دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے) بھی فرمایا تو کسب الدنیا دنیا نہیں طلب الدنیا دنیا ہے(۲) جہاں یہ پیدا ہوجاتی ہے قناعت رخصت ہوجاتی ہے۔ اور طمع غالب(۳) ہوجاتی ہے اور اسی پر میں ملامت(۴) کرتا ہوں اور یہی خدا کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہے۔ اور اسکی خرابیاں بھی مشاہد ہیں۔

اسی طرح طلب علم میں بھی اہل علم کے حالات کے تتبع(۵) سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا بھی کبھی پیٹ نہیں بھرتا۔ کتنا ہی بڑا علامہ ہو مگر پھر بھی ہر مسئلہ کی تلاش کرے گا اور کبھی قناعت نہ ہوگی۔ اور جب تلاش سے معلوم ہوگا تو حظ ہوگا تو یہ بھی مشاہد ہے۔

---

(۱) دنیا کمانا منع نہیں ہے (۲) دنیاوی مال وہ دولت کمانا وہ دنیا نہیں جس سے منع کیا گیا طالب مال یعنی عاشق مال ہونا یہ دنیا ہے جس سے منع کیا گیا ہے (۳) حرص غالب آجاتی ہے (۴) اسی کی برائی میں بیان کرتا ہوں (۵) اہل علم کے حالات میں غور کرنے سے۔

مسلمان کا اصلی کام

پس جب دونوں مشاہد ہیں تو ان کے خبر دینے سے کیا غرض ہے؟ یہ خبر دینا بظاہر تحصیل حاصل معلوم ہوتا ہے(۱) اور حضور ﷺ کا کلام اس سے پاک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مقصود اس خبر دینے سے کچھ اور ہے اور وہ یہی ہے کہ ایک حرص کے ترک کا امر اور ایک حرص کے اختیار کا امر(۲)۔ اور اس میں ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ حضور ﷺ نے اس میں دو چیزوں کو فرمایا طالب علم اور طالب دنیا تو مضاف الیہ دو ہیں جن کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں فرمایا ہے۔ اور چونکہ متقابلین(۳) تقابل کے درجے میں جمع نہیں ہوا کرتے اس لئے اس مقابلے سے معلوم ہوا کہ دنیا اور علم کی طلب جمع نہیں ہوتی۔

ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة کہ علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ دوسرا مقدمہ ہوا اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ طلب علم سے تو بوجہ فرضیت کے کبھی تقاعد(۴) کرنا نہ چاہئے اور چونکہ طلب دنیا اس کیساتھ جمع نہیں ہوتی اس لئے اسکو طلب دنیا نہ چاہئے۔ تو حضور ﷺ نے یہ بات فرما دی کہ اصلی کام مسلمان کا علم دین کا طلب کرنا ہے۔ اور اس سے ان کی غلطی ظاہر ہوئی جو علم دین کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

---

(۱) جو چیز پہلے سے حاصل ہے اس کے حاصل کرنے کا حکم دینا بیکار ہے (۲) ایک حرص کے چھوڑنے کا حکم اور ایک حرص کے اختیار کرنے کا حکم ہے (۳) جو ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے (۴) کیونکہ علم کا طلب کرنا فرض ہے اس لئے اس سے کبھی آدمی کو پیچھے نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہمیشہ اس کی طلب پر

کسب دنیا کی حقیقت

اور میں اس تقریر سے کسب دنیا کو منع نہیں کرتا کسب وہ ہے کہ جس میں نقصان دین نہ ہو اور طلب وہ ہے کہ جس میں دین مغلوب یا گم (۱) ہو جائے تو اصلی چیز مطلوب علم دین ہونا چاہئے اور علم دنیا ہو تو اس کا معین (۲) ہو۔ دیکھو جب ایک شخص گھوڑے کی خدمت کرتا ہے تو اصلی غرض قطع مسافت ہوتی ہے کہ یہ کھا کر قطع مسافت (۳) کرے گا۔ اور گھاس دانہ دینا مقصود بالغرض (۴) ہوتا ہے اب اگر کوئی شخص گھوڑے کو کھلائے اور اس سے کام نہ لے تو کہا جائے گا کہ اس نے گھوڑ کو قبلۂ توجہ (۵) بنا رکھا ہے۔ اور سب اس کو بیوقوف کہیں گے کہ مقصود بالغیر کو مقصود بالذات (۶) بنا لیا ہے۔ غرض گھوڑے کی خدمت منع نہیں مگر جب اصل مقصود میں مزاحم ہو تو روکا جائے گا۔ اور مشورہ نیک دیا جائے گا۔

اسی طرح کسب دنیا اس درجہ میں کہ مزاحم نہ ہو، طلب دین (۷) پر غالب نہ ہو تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (فرائض کے بعد کسب حلال مستقل فریضہ ہے) اور عجب نہیں کہ یہ بعدیة (۸) اسی اشارہ کے لئے ہو کہ یہ تابع ہے کیونکہ اس میں بعدیۃ رتبیہ (۹) ہے اور تابع رتبہ میں متبوع کے بعد ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ تابع ہے اسی پر متنبہ فرمایا ہے

---

(۱) جس میں دین کی طلب یا تو کم درجہ میں ہو یا ہو ہی نہیں (۲) مددگار (۳) راستہ طے ہونا (۴) گھوڑے کو گھاس کھلانا بھی مقصود ہے لیکن طبعاً۔ اسی لئے کہ گھاس کھائے گا تو چلنے کے قابل ہوگا اور اس پر سفر طے ہوگا (۵) گھوڑے ہی کو مقصود سمجھ لیا ہے (۶) گھوڑا مقصود تو تھا لیکن راستہ طے کرنے کیلئے۔ راستہ تو طے نہیں کیا اور گھوڑے کی خدمت میں لگا ہو تو یہ غلط ہے (۷) ایسی دنیا کمانا جو دین میں رکاوٹ نہ ہو اور دین کی طلب پر غالب نہ ہو اس میں کچھ حرج نہیں (۸) کسب حلال کو فرض قرار دیا لیکن فرائض کے بعد اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہ مقصود تو ہے لیکن تابع ہو کر (۹) اس کا رتبہ اس کے بعد ہے۔

اس حدیث میں۔مگر اس کے متعلق اکثر لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اس وقت مسلمان بہت کم طلب علم میں اہتمام کیساتھ مشغول ہیں اور دنیا میں بہت زیادہ مشغول ہیں۔

لوگوں کے مسائل پوچھنے کی وجہ

بعض کی تو یہ کیفیت ہے کہ مہینوں میں بھی ان کو نوبت نہیں آتی کسی مسئلہ کے دریافت کی۔کیاان لوگوں کو کبھی کوئی شبہ نہیں پڑتا۔جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگوں نے بہت سے کاموں کو دین سے خارج کر رکھا ہے۔مثلاً معاملات، معاشرت، اخلاق۔کہ بہت کم لوگ ہیں کہ جائداد خرید کر یا بیچ کر کسی مولوی کو اس کا مسودہ دکھلاتے ہوں۔کہ کوئی معاہدہ اس میں خلاف شریعت تو نہیں یوں سمجھ رکھا ہے کہ اس کو دین سے کیاواسطہ؟ صاحبو! دین ایک قانون الٰہی ہے اسکو یاد رکھئے۔

اب سنئے کہ معاملات میں کیا قانون کی ضرورت نہیں اگر ایسا ہے تو بلا لائسنس افیون بھی فروخت کرنے کی جرأت ہونی چاہئے اگر کوئی ایسا کرے تو کیا اس میں دست اندازی(۱) قانون کی نہ ہوگی؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اسکو قانون سے کیا واسطہ؟ کیا یہ عذر چل سکے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ کہا جائے گا کہ حکام ہر امر میں دست اندازی کرسکتا ہے۔تم محکوم ہواور گورنمنٹ حاکم اور حاکم کواختیار ہے کہ جو قانون جس طرح چاہے مقرر کرے۔گوکسی کو ناگوار ہواور راز اسمیں یہ ہے کہ حاکم وقت جمہور کی مصلحت پر نظر کرتا ہے۔لہٰذا بعض قوانین گو بعض کو ناگوار ہوں مگر جمہور کے لئے از بس(۲) مفید ہوتے ہیں۔اس لئے باوجود بعض کی ناگواری کے پھر بھی حاکم کو صاحب اختیار اور صاحب عدل سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح خداوندی قوانین کو سمجھنا چاہئے۔

---

(۱) کیا اس میں قانون کی دخل اندازی نہیں ہوگی (۲) بہت زیادہ۔

تعجب ہے کہ حاکم مجازی کوتو یہ اختیار ہواور آپ اس کی ضرورت کو بھی تسلیم کریں اور خدائے تعالی کو اعتقاداً یا عملاً اسکا مختار نہ سمجھا جائے اور اپنے کو ان پر عمل کرنے میں مجبور نہ قرار دیا جائے ۔صاحبو! جب گورنمنٹ کے متعلق یہ کہہ دینا کہ فلاں امر میں گورنمنٹ کے قانون سے کیا واسطہ بیوقوفی ہے، تو خدا تعالی کے قوانین کے متعلق یہ کہہ دینا کیوں بیوقوفی نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ ہر امر میں قانون شریعت پر عمل کرنا ضروری ہے ہم کسی امر میں آزاد محض نہیں اور وجہ اس آزاد سمجھنے کی یہ ہے کہ شریعت کا علم نہیں اور پوچھتے اس لئے نہیں کہ علی العموم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شریعت میں ہر جگہ لا یجوز(۱) ہے تو پوچھ کر کون مصیبت میں پڑے۔ کیونکہ نتیجہ سوال تو ہم کو پہلے سے معلوم ہے کہ لا یجوز جواب ملے گا حالانکہ یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔

شریعت میں تنگی نہیں

کیونکہ شریعت کو لوگوں سے ضد نہیں بلکہ اس میں مباحات(۲) بھی ملیں گے البتہ اگر چھانٹ چھانٹ کر ایسے ہی معاملات پوچھو گے جو ناجائز ہونگے تو ان میں لا یجوز ضرور(۳) ہی کہا جائے گا جیسے مثلاً طبیب سے کوئی مریض تمام مضر ہی اغذیہ(۴) کے کھانے کو پوچھے تو وہ ہر ایک کے استعمال سے منع کرے گا اب اگر کوئی کہنے لگے کہ یہ طب تو نہایت تنگ ہے تو یہ اس کی غلطی ہے طب ہرگز تنگ نہیں بلکہ تم نے چھانٹ کر اغذیہ ہی وہ انتخاب کی ہیں جو مضر ہیں اسی طرح جب ہم نے اپنے تمام معاملات تباہ کر دئے اور صبح سے شام تک ناجائز ہی معاملات کرنے لگے تو شریعت ان کو کیسے جائز کہہ دے گی تو یہ تنگی شریعت میں نہیں بلکہ تمہارے عمل میں تنگی ہے۔ اگر کہو کہ جب سب

(۱) جائز نہیں ہے (۲) جائز باتیں (۳) اسکو ضرور یہ کہا جائے گا کہ یہ کام جائز نہیں ہے (۴) نقصان دہ غذائیں۔

کے سب ان ہی معاملات میں مبتلا ہیں تو ہم کیسے چھوڑ دیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر شریعت کو کیوں الزام دیتے ہو اپنے کو یا اور لوگوں کو الزام دو۔ غرض اس خیال سے مسائل نہ پوچھنا بناء الفاسد علی الفاسد(۱) ہے جب پوچھو گے تو پھر معاملات دنیوی میں یوں نہ کہو گے کہ اس کو شریعت سے کیا واسطہ؟ صاحبو! یہ کہتے ہوئے شرم آنا چاہئے کہ شریعت سے اس کو کیا تعلق ذرا فقہ کی کوئی کتاب پڑھ کر دیکھو تو معلوم ہو کہ شریعت نے ہر چیز سے تعرض کیا ہے۔

معاملات اور معاشرت کے باب میں لوگوں کی کوتاہیاں

علیٰ ھذا معاشرت کو بھی لوگوں نے شریعت سے خارج سمجھ رکھا ہے کوئی نہیں پوچھتا کہ فلاں وضع جائز ہے یا ناجائز؟ اور فلاں قسم کا طرز و انداز حلال ہے یا حرام؟ بس ستا سا شیخ کا فتویٰ یاد کر لیا ہے کہ۔

ع :۔ درعمل کوش ہر چہ خواہی پوش

(نیک عمل کرنے میں پوری کوشش کر اور جو چاہے پہن)

میں کہتا ہوں کہ اگر ہر چہ خواہی پوش(۲) ایسا عام ہے تو مہربانی کر کے زنانے کپڑے بھی پہن کر دکھلا دیجئے اور بیوی صاحبہ کو اپنے مردانے کپڑے بھی پہنا دیجئے اگر آپ ایسا کر لیں تو پھر ہم وضع کی نسبت فتویٰ دینا چھوڑ دیں گے اور سب اہل فتویٰ سے بھی یہ کہہ کر چھڑا دیں گے کہ اب معاملہ بہت دور پہنچ گیا ہے اور اگر فتوئے شیخ کے عموم سے یہ مستثنیٰ ہے تو کیا وجہ کہ جس وضع کو شریعت منع کرے وہ اس کے عموم سے مستثنیٰ نہ ہو۔ اسی طرح کھانے کی چیزیں کہ ان میں بھی بہت سی چیزوں کو شریعت سے بے

(۱) غلط اصول پر ایک غلط بنیاد رکھنا ہے (۲) جو چاہے پہنو۔

تعلق سمجھا جاتا ہے مثلاً آج کل آموں پر پھول آرہا ہے مگر ہزاروں آدمی اِسی وقت سے بیچ رہے ہوں گے (۱) حالانکہ اس وقت کا فروخت شدہ غصب (۲) کے حکم میں ہے اور اس کا خریدنا آگے کو بھی جائز نہیں نتیجہ یہ ہے کہ تمام بازار حرام سے بھرا ہوگا اور سب لوگ حرام کھائیں گے اور جب یہ حالت ہو تو نماز روزہ میں کہاں سے حلاوت (۳) ہو۔ صاحبو! اگر حلال غذا ہو تو پھر دیکھو کہ نماز روزے میں کیسی حلاوت ہوتی ہے بعض قصبات میں یہ غضب ہے کھانے کی چیزوں کا نرخ ظلماً مختلف کر رکھا ہے مثلاً گوشت کہ غریبوں کا اور نرخ (۴) ہے رئیسوں نے اپنا اور نرخ مقرر کر رکھا ہے اور دونوں وقت اُس حرام غذا سے پیٹ بھرتے ہیں اور اپنے جی کو سمجھا رکھا ہے کہ یہ ہمارے مکانوں میں رہتے ہیں یا ہماری گھاس چَراتے ہیں۔

صاحبو! جی (۵) کو سمجھانا تو بہت آسان ہے مگر یہ دیکھئے کہ یہ عذر واقع میں چل بھی سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گورنمنٹ کے قانون میں کیوں جی کو نہیں سمجھالیا جاتا ذرا کسی مولوی سے پوچھا تو ہوتا کہ یہ سمجھ کر سستا گوشت خریدنا جائز بھی ہے یا نہیں اور آیا مکان کا کرایہ اس طور سے ٹھہرانا درست ہے یا نہیں یا چرائی کے عوض میں گوشت لینا جائز بھی ہے (۶) یا نہیں؟ رہی یہ بات کہ اس کے حرام ہونے کی وجہ کیا؟ سو اوّل تو وجہ سمجھنے کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) جب تک درخت پر پھل لگ نہ جائے صرف پھول آنے پر اسکو بیچنا جائز نہیں ہے (۲) زبردستی کسی کا مال قبضہ کرنے سے اس کی ملک سے نہیں نکلتا اسی طرح اسکا حکم ہے (۳) مٹھاس (۴) قسمت (۵) دل (۶) ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ زمیندار اپنی زمینوں میں کچھ لوگوں کو گھر بنا کر رہنے کی اجازت دیتے اور اپنے باغات اور جنگلات میں مویشی چرانے کی اجازت دیتے اور وہ لوگ ان کی رعیت کہلاتے تھے ان میں سے جو لوگ گوشت وغیرہ کے کام کرتے وہ انہیں عام شرح سے سستا گوشت فروخت کرتے۔

شرعی احکام کی وجوہ بیان نہ کرنے کی وجہ

سہارنپور میں اسی وجہ سمجھنے کے متعلق ایک عجیب لطیفہ ہوا کہ بہشتی زیور کے ایک مسئلے کے متعلق ایک صاحب نے وجہ پوچھی میں نے کہا کیا آپ کو سب مسائل کی وجہ معلوم ہے اگر ہے تو مجھ کو اجازت دیدیجئے کہ میں دو چار کی وجہ پوچھوں اور اگر معلوم نہیں تو چلو اس مسئلے کی بھی وجہ معلوم نہ سہی۔ پھر ایک اور صاحب تشریف لائے وہ اپنے نزدیک بوجھ بجھکو(۱) تھے کہنے لگے کہ اگر آپ مسئلے کو مجمع عام میں صاف ہی کردیں تو کیا حرج ہے میں نے کہا کہ آپ حکم کرتے ہیں یا مشورہ دیتے ہیں کہنے لگے کہ مشورہ ہے میں نے کہا کہ بس آپ اپنا فرض ادا کر چکے اب مجھے اختیار ہے کہ مشورہ پر عمل کروں یا نہ کروں آپ تشریف لے جایئے۔ غرض اول تو وجوہ مسائل کے درپے ہونا یہ بڑا خبط ہے دیکھو اگر جج کوئی فیصلہ کرے تو ملزم کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس قانون کی وجہ دریافت کرے جس کی بناء پر یہ فیصلہ ہوا ہے اور اگر پوچھے تو کان پکڑ کر نکال دیا جائے گا اور حاکم کہے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضع قانون(۲) نہیں اس لئے ہم کو نہ وجہ معلوم ہونا ضرور نہ ہمارے ذمہ بتلانا ضرور۔ تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم عالم قانون ہیں ہمارے ذمہ اس کے وجوہ اور اسرار کا بتلانا نہیں ہے۔ نہ تو ہم جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اگر جانتے بھی ہیں تو بتلاتے نہیں۔ غرض بعض لوگ اس وجہ سے بھی رُکے ہوئے ہیں مسائل پر عمل کرنے سے کہ وہ ان کو بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔

---

(۱) ایک محاورہ ہے جو ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو بزعم خود اتنا بڑا عقل مند ہو کہ سب مسائل کو حل کر سکے (۲) قانون جاننے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں۔

ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایسا شخص ہمارے مکان میں رہتا ہے تو ہم کو کرایہ میں اس سے سستا گوشت لینا درست ہے مگر بات یہ ہے کہ کرایہ کے شرعاً کچھ قانون ہیں چونکہ یہ اُس پر منطبق نہیں لہٰذا درست نہیں۔ غرض اول تو ہم اسرار جاننے کا دعوٰی نہیں کرتے دوسرے لوگ اُن اسرار کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ تیسرے ہر شخص سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا بلکہ غرض زیادہ تر یہ ہوتی ہے کہ مجیب کو عاجز کیا جائے۔

زمینداروں کی بے اعتدالیاں

غرض یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ بدوں(۱) پھل آئے ہوئے فروخت کرنا جائز نہیں اسی طرح مکان میں رہنے کے عوض میں جبکہ اُس کے معاوضہ کی کوئی حد نہ معلوم ہو کچھ لینا جائز نہیں اور یہ اس لئے کہا کہ اگر عوض کی کوئی حد مقرر ہو تو جائز ہے یعنی مثلاً اگر ہم نے کسی کو مکان رہنے کو دیا تو اس کا عوض لینے کی ایک تو یہ صورت ہے کہ اُس سے یوں کہا جائے کہ جب ہم کو ضرورت ہوگی ایک آنہ سیر گوشت لیں گے یا جب ضرورت ہوگی تم کو بیگار میں بُلا لیں گے۔ یہ تو ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سال بھر کے خرچ کا اندازہ کرلیں اور بُلا کر اُس سے یوں کہیں کہ ہم چار من گوشت تک تو آنہ سیر قیمت دیں گے اور اُس کے بعد پوری قیمت دیں گے یہ جائز ہے تو دیکھیے کتنی آسان صورت ہے البتہ اس میں یہ ضروری ہوگا کہ سال بھر کے گوشت کا حساب رکھنا پڑے گا محض من سمجھوتے(۲) سے کام نہ چلے گا کیونکہ اکثر غیر معین طور پر آتا ہے لہٰذا لکھنا چاہئے کہ فلاں تاریخ میں پانچ سیر آیا اور

(۱) یہ مسئلہ فقہ میں طے ہے کہ بغیر پھل آئے فروخت کرنا جائز نہیں (۲) دل کے بہلاوے۔

فلاں میں چھ سیر اور جب سال ختم ہو جائے تو اس کو جوڑ لو اگر ایک سیر بھی زائد آیا ہو تو اس کی پوری قیمت دیدو اور محض گول مول رکھنا کسی طرح جائز نہیں ۔ اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جن میں غرباء اور اُمراء مبتلا ہیں اور ان کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مثلاً چَرائی کا بکرا لینا یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ایک صاحب نے اس کے جواز کی ایک تاویل نکالی واقعی پڑھے لکھے جنوں سے بچنا بہت ضروری ہے تو یہ تاویل نکالی کہ جب ہماری زمین میں آتے ہیں تو ہم زمین کا کرایہ لیتے ہیں تو اول تو اس کام کے لئے زمین کا کرایہ لینا ہی محلِ نظر (۱) ہے دوسرے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی زمین میں گھاس ہو اور وہ کسی کو بدون عوض (۲) کے نہ آنے دے اور کسی شخص کو عوض دینا منظور نہ ہو مگر گھاس کی ضرورت ہو اور دوسری جگہ بھی اسی طرح نہ ملے تو زمین والے کو شرعی حکم ہے کہ گھاس کھود کر حوالے کرو پھر عوض لینے کا کیا حق ہوا پس یہ تاویل بھی نہیں چل سکتی اور میں کہتا ہوں کہ کھلم کھلا گناہ کرنے والا اس قسم کی تاویل کرنے والوں سے اچھا ہے کہ وہ اپنے کو گنہگار تو سمجھتا ہے۔ غرض ان خرابیوں میں اکثر بڑے چھوٹے سب مبتلا ہیں اور اول تو احتیاط چاہیے کہ خود بھی نہ کھائیں اور اگر خود کھائیں تو کم سے کم دوسروں کو تو ہرگز نہ کھلائیں۔ میں نے تھانہ بھون میں بحمد اللہ اس رسم کو کئی گھروں سے روک دیا ہے اور یاد رکھو کہ اگر تم نے ایسا گوشت کسی کو کھلایا تو بے خبری میں کھانے سے اس کو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن قلب پر تب بھی ایک ظلمت چھا جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اکثر معاملات اور معاشرت و اخلاق کو لوگوں نے شریعت سے خارج سمجھ رکھا ہے۔

---

(۱) اس میں کلام ہے (۲) بغیر عوض۔

''السلام علیکم'' کہنے کو بدتمیزی کہنا کفر ہے

ایک اور جزئی یاد آئی یعنی سلام کرنا کہ شریعت نے حکم کیا ہے السلام علیکم کا مگر اب لوگوں نے اُس کے بجائے بندگی اور آداب اختیار کیا ہے۔ میں جب کانپور گیا تو لوگوں نے آ کر بندگی کہنا شروع کیا مجھ کو بہت ناگوار ہوا کیونکہ یہ لفظ شرک کا ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم آپکی عبادت کرتے ہیں اس کو ظالم بادشاہوں نے ایجاد کیا تھا اور اس سے بھی زیادہ قابل افسوس یہ ہے لوگوں کے السلام علیکم کو بے تمیزی میں داخل کیا ہے۔ایک طالب علم نے اپنے والد کو جا کر سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا بے تمیزی ہے اداب کہا کرو! یاد رکھو کہ سلام کو بے تمیزی کہنا کفر ہے کیونکہ سلام کو بے تمیزی کہنا حضورؐ کی سنت کو بے تمیزی کہنا ہے اور حضورؐ کی سنت کو بے تمیزی کہنے والا کافر اور واجب القتل ہے اسی طرح تمام معاشرت ہماری خراب ہو رہی ہے اور اخلاق بھی اور اخلاق سے مراد ملکات نفسانیہ ہیں۔

آداب سلام

اس میں علماء بھی مبتلا ہیں کہ اُن کو بھی اپنے اخلاق کی ذرا خبر نہیں چنانچہ ہم لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ علم دین پڑھ کر ہم اس کے منتظر رہتے ہیں کہ لوگ ہم کو سلام کریں کیونکہ یہ دنیادار ہیں اور ہم دیندار ہیں۔ نائب رسول ﷺ ہیں۔ سو اس قسم کے لوگ متکبر ہیں اور زیادہ وجہ اس انتظار کی یہ ہوتی ہے کہ اپنے کو عالم سمجھتے ہیں مگر صاحبو! یہ کہاں لکھا ہے کہ جاہل عالم کو سلام کرے ہاں یہ لکھا ہے کہ سوار پیادے کو سلام کرے آنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے مگر یہ کہیں نہیں کہ جاہل عالم کو سلام کرے بلکہ

دونوں کے ذمہ برابر ضروری ہے تو یہ انتظار تکبر نہیں تو کیا ہے؟ دوسرے ہم عالم ہی کیا ہیں اس سے اپنے کو عالم سمجھتے ہیں کہ ڈاڑھی درست ہو، پاجامہ ٹخنوں سے اونچا ہو، دوچار موٹی موٹی باتیں یاد ہوں سوہم نے لباس کو تو درست کرلیا مگر اندر سینکڑوں خرابیاں بھری ہوئی ہیں۔ان ہی لوگوں کے بارہ میں ہے۔

از بروں چوں گورِ کافرپُرحلل　　واندروں قہر خدائے عزوجل

از بروں طعنہ زنی بربا یزیدؒ　　وزدرونت ننگ میدارد یزید

(باہر سے کافر کی قبر کی طرح مزیّن ہے اور اندر سے خدا کے عذاب کا مستحق ہے۔باہر سے بایزید کو طعنہ مارتا ہے حالانکہ تیرا باطن یزید کو شرمندہ کردینے والا ہے)

ایک عام مرض

اور علماء کی کیا شکایت کروں اس وقت تو فقراء بھی الا ما شاء اللہ تکبر وغیرہ بہت سی خرابیوں میں مبتلا ہیں اور فقراء کا تکبر بہت ہی عجیب ہے کیونکہ فقیری کا تو حاصل ہی یہ ہے کہ اپنے کو مٹایا جائے تو یہ فقیر ہوکر بھی نہ مٹے۔غرض سب قابل الزام ہیں کہ معاشرت واخلاق وغیرہ کو سب نے دین سے نکال دیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جس کو دین سمجھتے ہیں اس کی بھی تحقیق نہیں جیسے نماز مثلاً۔اور ان میں بھی سب سے زیادہ خاص ان لوگوں کی شکایت ہے جو نمازی بھی ہیں کہ باوجود اس کے پڑھنے کے کوئی مسئلہ کبھی کسی عالم سے دریافت نہیں کرتے۔خدا جانے ان کو کبھی کوئی شبہ ہی نہیں ہوتا یا خود سارے مسائل معلوم ہیں۔یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ سارے مسائل ان کو معلوم ہیں کیونکہ نماز کے متعلق اتنے مسائل ہیں کہ اب تک بھی مجھے کتاب دیکھنے کی ضرورت

ہوتی ہے تو جو لوگ نہ لکھے نہ پڑھے ان کو کیونکر معلوم ہوگئے۔ اصل بات یہ ہے کہ جی کو سمجھالیا ہے کہ یوں بھی ہوجاتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی طلب نہیں یہی ہے وہ مرض جس کو میں بیان کررہا ہوں اور اسی کو حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ اُس تقریر کو پھر پیش نظر کرلیجئے کہ حضور ﷺ مسلمانوں پر طلب دین کو فرض کررہے ہیں اس حد تک کہ کبھی طالب کا پیٹ نہ بھرے تو ہر مسلمان پر فرض ہوا کہ کتنی ہی عمر ہوجائے برابر دین کی طلب میں رہے۔ اس سے کوئی ڈرے نہیں کہ انہوں نے تو مولویت ہی کو فرض کردیا۔

طلب علم کی حقیقت

صاحبو! حضور ﷺ نے طالب الکتاب نہیں فرمایا بلکہ طالب العلم فرمایا ہے تو احکام سے واقفیت پیدا کرو خواہ پوچھ کر یا پڑھ کر۔ عربی زبان میں یا اردو زبان میں۔ زبان کوئی خاص مقصود نہیں ہے۔ اس پر مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ یاد آیا کہ حضرتؒ کے پاس ایک شیخ رومی اسعد آفندی تشریف لائے حضرتؒ مثنوی شریف کا درس دے رہے تھے اور اردو میں تقریر فرمارہے تھے اور وہ شیخ حلذ ذ(۱) تھے۔ حضرتؒ کے ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے ہوتے تو ان کو زیادہ لطف آتا حضرتؒ نے فرمایا کچھ زبان کی قید نہیں اور یہ شعر پڑھا۔

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست
عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
بوئے آں دلبر کہ پرّاں میشود
ایں زبانہا جملہ حیراں میشود

(۱) اور ان کو مزہ آرہا تھا۔

(فارسی کہہ اگر چہ عربی میں بولنا بہتر ہے۔ عشق خود ہی دوسری سینکڑوں زبانوں کا عارف ہے اس دل ربا کی خوشبو جب پھیل جاتی ہے تو یہ تمام زبانیں خود حیرت میں رہ جاتی ہیں)

سو حقیقت میں خدا تعالی زبان نہیں دیکھتے بلکہ صحت اور غلطی کو بھی زیادہ تر نہیں دیکھا جاتا، کہتے ہیں۔

براشہدِ تو خندہ زند اسہدِ بلالؓ

(تیرے اشہد ان لا الہ الا اللہ صحیح اور فصیح پڑھنے پر بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اسہد غیر فصیح ہونے کے ہنسی کرتا ہے)

یہ روایت☆ تو میری نظر سے نہیں گذری کہ حضرت بلالؓ اسہد کہتے تھے لیکن اگر کہتے ہوں تو وجہ اس مصرعہ کی یہ ہے کہ آج کل کا اشہد تو محض زبان تک ہے لا یجاوز حناجرہم (۱) قلب پر ذرا اثر بھی نہیں ہوتا اور اللہ کے بندے جو نہ تجوید جانتے ہیں اور نہ کچھ۔ ان کا قرآن شریف قلب اور عرش سے متجاوز ہے بلکہ عدم مہارت میں بھی دوہرا ثواب ملتا ہے کہ وہ لفظ کو ادا نہیں کر سکتا اور کوشش کرتا۔

☆قال الشیخ ابو الطاہر فی مجمع البحار ان هذه الروایة لیست بثابتة و بلال رضی الله تعالی عنه کان فصیحا و کان مواظبا علی الاذان فلو صدرت منه هذا الکلمة لنقل انتهی حاصل کلامه قلت ان الروایة المذکورة علی الظن الغالب موضوعة۔ والله اعلم۔ (مجمع البحار میں شیخ ابو طاہر نے فرمایا کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے اور حضرت بلالؓ فصیح تھے اور پابندی سے اذان دیتے تھے اگر ان سے یہ کلمہ صادر ہوتا تو ضرور منقول ہوتا۔ یہ ان کے کلام کا خلاصہ ہے۔ یہ مذکورہ روایت غالب گمان ہے کہ موضوع ہے۔

(۱) حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

شبان موسیٰ کا قصہ

آپ نے حکایت سنی ہوگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک چرواہا تھا ایک مرتبہ وہ بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میاں تو کہاں ہے۔ میں تجھے روغنی روٹیاں کھلاؤں اور تیرے ہاتھ پاؤں دباؤں اور آرام سے سلاؤں وغیرہ ذالک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کہتے سنا تو پوچھا کہ کس کو کہہ رہا ہے اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

این نمط بیہودہ میگفت آں شباں
گفت موسیٰ با کیستت اے فلاں
گفت با آں کس کہ مارا آفرید
این زمان و چرخ از و آمد پدید
گفت موسیٰ ہائے خیرہ سر شدی
خود مسلماں ناشدہٗ کافر شدی
این چہ کفرست این چہ ژاژ ست وفشار
پنبۂ اندر دہاں خود فشار

(چرواہا اس بے ہودہ طریقے سے کہتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کس سے بات کر رہا ہے اس نے جواب دیا اس ذات کے ساتھ جس نے ہم کو پیدا کیا اور یہ زمین و آسمان بنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو پاگل ہو گیا ہے تو تو مسلمان نہیں رہا بلکہ کافر ہو گیا یہ کیا کفر کی بات ہے اور کیا خلاف ورزی

ہے تو خود اپنے منہ کے اندر روئی رکھ لے اور خاموش ہو جا۔)

بس حضرت! یہ سن کر سناٹا نکل گیا اور بہت ڈرا کہ سب کیا کرایا غارت ہوا

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی
و ز پشیمانی تو جانم سوختی(۱)

موسیٰ کوہ طور تشریف لے گئے وہاں سے ارشاد ہوا☆۔

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ مارا زما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

(خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ کی طرف وحی نازل ہوئی کہ ہمارے بندے کو تو نے ہم سے جدا کر دیا۔ تو تو ملانے کے لئے آیا ہے نہ کہ جدا کرنے کے واسطے)

اور ارشاد ہوا کہ سنو!

ہر کسے را سیر تے بنہادہ ایم — ہر کسے را اصطلا حے دادہ ایم

اور

مابروں را ننگریم وقال را — مادروں را بنگریم وحال را

(ہر شخص کو ہم نے ایک عادت دے رکھی ہے اور ہر شخص کو اُس کی خاص اصطلاح عطا کر

☆اگر کسی کو خدشہ ہو کہ تعلیم نبوت سے کیوں حضرت موسیٰ کو روکا گیا اور اس شبان کی خلاف شرع گفتگو کیوں پسند ہوئی جواب یہ ہے کہ وہ مغلوب الحال تھا تعلیم نبوت اس پر اثر نہیں کر سکتی تھی اور خوش نیت تھا لہٰذا اس تعلیم سے خوامخواہ اسکو وحشت اور پریشانی ہوئی اس لئے حضرت موسیٰ کو روکا گیا اور خوش نیتی کی وجہ سے یہ الفاظ مقبول تھے ہر شخص جو مغلوب الحال نہ ہو اسکا اہل نہیں۔ لہٰذا بڑے اہتمام سے اتباع شریعت کرے (احمد حسن سنبھلی عفی عنہ)

---

(۱) وہ چرواہا کہنے لگا کہ اے موسیٰ تو نے تو میری زبان ہی بند کر دی اور پشیمانی سے میری جان جلا ڈالی۔

رکھی ہے ہم کسی کے ظاہر کو نہیں دیکھتے اور نہ کسی کے قال کو بلکہ ہم تو اس کے اندر (اس کے دل) اور اس کے حال پر نظر رکھتے ہیں)

تو صاحبو! خداتعالیٰ صحیح اور غلط کے بھی مقید نہیں تو طالب علم کے یہ معنی نہیں کہ وہ عربی پڑھیں یہ تو ان کے لئے ہے جو فارغ ہوں۔

طلب علم کی فضیلت کے حصول کا آسان طریقہ

ورنہ یہی معمول رہا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی اور تابعین کا بھی کہ ضرورت کے موافق پوچھتے اور اس پر عمل کرتے تھے تو عربی نہ پڑھنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم کو طلب دین کی فضیلت نہیں ہوتی۔ حدیث میں ہے " ان الملئکة لتضع اجنحتها رضاً لطالب العلم (بیشک فرشتے طالب علم کے مقصد سے خوش ہو کر اُس کے لئے جھک جاتے ہیں) یعنی ان کے لئے جھک جاتے ہیں یہ معنی ہیں تقنع کے اور یہ کہیں نظر سے نہیں گذرا کہ طالب علم کے پیر کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں۔ اگر انہی لفظوں سے یہ سمجھا ہے تو محل کلام ہے اور اگر کوئی اور روایت ہے جو ہم تک نہیں پہنچی تو بسر وچشم (۱)۔ تو ان روایتوں کو سُن کر اکثر لوگ دل شکستہ (۲) ہوتے ہیں کہ ہم کو یہ فضیلت حاصل نہیں مگر میں مطلع کرتا ہوں کہ کوئی دل شکستہ نہ ہو ہر شخص یہ فضیلت حاصل کر سکتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ معاملات عقائد وغیرہ کا اہتمام کرے اور غور کرتا رہے اور جو نہ معلوم ہو پوچھتا رہے۔ بس یہ طالب علم ہو گیا اور اس کے لئے وہی تعظیم ہوگی ہاں جو مقتدا بن جائے وہ اس فضیلت کے ساتھ نائب رسول ﷺ بھی ہوگا ورنہ فضیلت طلب ہر شخص کو حاصل ہو سکتی ہے۔ تو یہ کیا کچھ کم دولت ہے پس میں عورتوں

(۱) تو دل وجان سے قبول ہے (۲) دل ٹوٹ جاتا ہے

اور مردوں دونوں سے کہتا ہوں کہ طلب علم میں جو بے فکری ہے اسکو چھوڑ دو۔اور آج کل اگر لوگوں کو کچھ فکر بھی ہے اور پوچھتے بھی ہیں تو صرف نماز کی بابت ۔صاحبو! سب چیزوں کی بابت پوچھو۔کہ یہ جائز ہے یا نہیں ۔یہ شان ہونی چاہئے مسلمان کی ۔اسمیں بہت کمی ہے اس واسطے میں نے اس حدیث کو اس وقت بیان کیا اگر چہ احکام بہت سے بیان نہیں ہو سکتے مگر مختصراً اصول کے طور پر جو مضامین بیان ہو گئے ہیں وہ بہت کافی ہیں۔

قیام مدارس کے فوائد

نیز اس لئے بھی اس مضمون کو بیان کیا کہ میرا آنا اس وقت محض مدرسہ کی حالت دیکھنے کیلئے ہوا،اور اسی لئے مجھے بلایا گیا تھا چنانچہ میں نے دیکھا اور دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ میں چند لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں اول واقفین(۱) جائداد کو، دوسرے منتظمین کو، کیونکہ وہ معین(۲) ہیں اور ان کو بھی وہی ثواب ملتا ہے۔تیسرے تمام اہل بستی کو مبارکباد دیتا ہوں۔کیونکہ حدیث میں اہل علم کیلئے ہے حفتهم الملئكة ونزلت عليهم السكينة کہ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر کیفیت جمعیت کی نازل ہوتی ہے۔وذكرهم الله فيمن عنده کہ اللہ ان کا تذکرہ اپنے مقربین میں فرماتے ہیں۔اور یہ ظاہر ہے کہ جب خدا تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے تو سب پر نازل ہوتی ہے جیسے بارش کہ جب ہوتی ہے تو سب جگہ ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی اسی مثال پر یہ خدشہ کرے کہ بھادوں میں بارش سب جگہ نہیں

(۱) جنہوں نے مدرسہ کے لئے جائداد وقف کی (۲) مددگار۔

ہوتی بلکہ کچھ دور تک ہوتی ہے۔اور کچھ دور تک خشک رہتا ہے،تو میں کہوں گا کہ اول بدل کر سب جگہ ہوتی ہے۔تو خدا کی رحمت تو اس سے بھی عام ہے۔پس اسی طرح اول اہل علم پر رحمت ہوگی ان کی بدولت خدا کی رحمت ساری بستی پر ہوگی۔تو سب کو خوش ہونا چاہئے اور قدر کرنا چاہئے۔مگر لوگ ڈریں نہیں کہ بس اب چندہ مانگا جائے گا ہم چندہ نہیں مانگتے ہاں ایک دوسرا چندہ مانگتے ہیں۔وہ یہ کہ اپنے بچوں کو مدرسہ میں پڑھنے کے واسطے بھیج دیں تا کہ ان کو دین کی خبر ہو اور ان کی بدولت آئندہ کو یہ سلسلہ جاری رہے۔یہ بچوں کا حق ہے اور یاد رکھو کہ جس گھر میں رحمت ہو اور گھر والے محروم رہیں تو یہ بہت بڑی محرومی کی دلیل ہے۔

دوسرے یہ کرو کہ جو بچے پڑھ آتے ہیں ان کو تاکید کرو کہ عورتوں کو سبق سنائیں اگر یہ انتظام ہو جائے تو ہر روز دو چار مسئلے ان کے کان میں بھی پڑ جائیں گے اور جب ہر روز یہ احکام سنیں گے تو کبھی نہ کبھی اثر بھی ضرور ہوگا۔

صاحبو! خدا کا نام بے اثر نہیں ضرور اثر ہوگا۔اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا مگر اس سے استدلال مقصود نہیں کیونکہ یہ امر مشاہد ہے مگر وہ نمونہ کے طور پر ایک نظیر ہے وہ یہ ہے کہ کھٹائی کا نام لینے سے منہ میں پانی بھر آتا ہے تو کیا خدا کا نام کھٹائی کے برابر بھی نہیں۔مؤلف فرماتے ہیں۔

مست و لا یعقل نۂ از جام ھو

اے ز ھو قانع شدہ بر نام ھو

(وہ سالک جو ھو کے جام کو ہی کافی سمجھتا ہے وہ عقل میں ناپختہ ہے کیونکہ منزل اب بھی آگے ہے ھو کے نام پر قناعت نہ کر بلکہ جس ذات کا یہ نام ہے اُس تک

رسائی حاصل کرنے کا اسے ذریعہ بنا)

کہ مستی ہے نہ ذوق وشوق ہے۔ یہ تو شکایت ہے۔ آگے فرماتے ہیں

از صفت وز نام چہ زاید خیال واں خیالت ہست دلاّلِ وصال

(نام اور صرف تعریف جان لینے سے کچھ حاصل نہیں ہاں اسے وصال کا پیمبر کہا جاسکتا ہے)

کہ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس سے بھی اثر ہوتا ہے "اذا تُلیت علیهم اٰیٰته زادتهم ایماناً (۱)" یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب خدا کا نام لیا جائے تو ایمان بڑھ جاتا ہے اور عورتیں بھی اس پر توجہ کریں کہ روزانہ اپنے بچوں سے سبق پڑھوا کر سنا کریں اور جو بات نہ معلوم ہو اپنے مردوں سے کہہ کر علماء سے پوچھا کریں۔ کیونکہ مسائل سیکھنا تو ضروری ہیں اور ان کو اس کے مواقع بکثرت حاصل نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ خیال ہر وقت رکھو کہ کونسا کام شریعت کے خلاف ہے اور کونسا شریعت کے موافق ہے اور اپنے مردوں سے کہو کہ علماء سے پُوچھ پُوچھ کر تم کو بتلائیں۔ دوسرے اپنے بچوں سے سبق سنا کرو یہ بہت ہی سہل ترکیب ہے یہ صورت تو عورتوں کے لئے ہے۔ اور مردوں کو تو بہت ہی آسان ہے نیز مردوں کو یہ بھی چاہیے کہ دیکھتے رہیں کہ کوئی بات خلاف شریعت تو عورتوں سے نہیں ہوتی اور اگر کوئی بات دیکھیں تو فوراً باز پرس کریں پس نعمت مدرسہ کی قدر اور شکر گزاری یہی ہے کہ دین کی تلاش میں لگ جاؤ۔ دوسرے قدر دانی یہ کرو کہ آج کل جو ہم لوگ کسی کام کو ایک ہی کے ذمہ ڈال دیتے ہیں اس عادت کو بھی چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ بہت ہی بُرا ہے۔

(۱) سورۃ الانفال آیت ۲

صاحبو! جو شخص جتنا کام کررہا ہے غنیمت سمجھو کیونکہ وہ فرض کفایہ ہے وہ تم سب کی طرف سے کررہا ہے۔ سو جن باتوں میں تمہاری ضرورت ہے ان میں تم بھی شریک ہوجاؤ۔ مثلاً جو صاحب وسعت ہیں وہ اس طرح شرکت کریں کہ کچھ طالب علم یہاں باہر کے بھی رہیں اور وہ ان کی امداد کریں اگر چہ یہ ضروری ہے کہ سب بالکل باہر ہی کے نہ ہوں کیونکہ بستی کو زیادہ نفع ہونا چاہیئے تو زیادہ تو بستی کے ہوں اور چار پانچ باہر کے بھی ہوں۔

اس میں ایک تو برکت ہوتی ہے دوسرے وہ صرف طلب علم کے لئے آئے ہیں ان کی امداد میں بڑی فضیلت ہے۔ تیسرے ان سے مدرسہ کی رونق ہوتی ہے۔ چوتھے ان سے مدرس کی دلچسپی ہوتی ہے تو خواہ تو یوں سمجھو کہ مدرسے میں ان کی امداد کی گنجائش نہیں یا اگر گنجائش بھی ہو تو ثواب کے لئے ایک ایک آدمی کا کھانا اپنے ذمہ کرلیں یا دو آدمی ایک کا کھانا کرلیں یا دیوبند کے بعض غرباء کی طرح سات آدمی ہفتہ بھر میں نوبت بنوبت(۱) کھانا دیں۔

غرض اہل بستی مشورہ کر کے کوئی طریق مقرر کرلیں اور ایک ایسے صاحب جن کو لوگ سچا سمجھیں کھڑے ہوکر فہرست لکھیں کون شخص کس طرح دے گا اور پھر دیکھ لیں کہ کتنے کھانے ہوئے ان ہی کے موافق اجازت دیدی جائے کہ اتنے طلبہ بُلا لئے جائیں اور اگر چندہ میں گنجائش ہو تو مہتمم سے لیکر بھی کچھ دیں لیکن اگر اور سب بھی شریک ہوجائیں تو اچھا ہے۔ یہ مدرسہ کے حالات تھے جن کو دیکھ کر میں نے بیان کیا اور اس لئے اس مضمون کو اختیار کیا۔

---

(۱) باری باری۔

علم دین سیکھنے کے آسان طریقے

بہر حال اس مضمون سے آپ نے سمجھا ہوگا کہ ہم لوگوں کو واقعی مسئلوں کی تلاش نہیں ہے تو میں اس کے کئی ذریعے بتلاتا ہوں۔ایک تو یہ کہ کتابیں پڑھو پھر اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عربی پڑھو تو بہت ہی اچھی صورت ہے بالخصوص نوجوان لڑکے تو ایک چھوٹا سا سبق جا کر ضرور شروع کر لیں۔

صاحبو! کیا چوبیس گھنٹے میں سے ایک گھنٹہ بھی اس کے لئے نہیں ہوسکتا یہ بھی نہ ہو تو ہفتہ میں دو دن ہی سہی اور اگر عربی کی کتابیں نہ پڑھ سکیں تو یہ کریں اگر کچھ پڑھے ہوئے ہیں تو مسئلوں کی کتابیں خرید کر پڑھا کریں اور جہاں شبہ ہو اہل علم سے پوچھ لیا کریں اور اگر بے پڑھے ہیں تو اس کے لئے یہ ترکیب کریں کہ ہر محلہ کی مسجد میں ہفتہ کا کوئی ایک دن مقرر کر دیں اور کسی سمجھ دار آدمی کو مقرر کر کے ایک مسئلوں کی کتاب اس کو دیں اور کہیں کہ نصف گھنٹے تک اس کو پڑھ کر سناتا جائے اور سمجھاتا جائے اگر ہر محلہ میں ہفتہ میں ایک دن بھی ایسا ہو جائے تو اندازہ کرو کہ سال بھر میں کتنے مسئلے معلوم ہو جائیں اور پھر عمر بھر میں کتنا ذخیرہ مسائل کا اپنے پاس ہو جائے۔اب رہ گئیں عورتیں وہ یا تو کتاب دیکھ کر پڑھیں اور اگر بے پڑھی ہیں تو مردوں سے کہیں کہ ہم کو مسائل سناؤ اور اپنے بچوں کا سبق روز سنا کریں اور اگر کسی کے بچہ نہ ہو وہ دوسرے کے بچے کو بلا کر اس سے سنے۔یہ کوئی مشکل امر نہیں۔دیکھو اگر ایک خط لکھوانا ہوتا ہے تو کیسا لڑکوں کو تلاش کیا جاتا ہے؟ اگر بچے روزانہ نہ آسکیں تو دوسرے تیسرے دن بلا لیا کرو۔یہ طریقے ہیں علم دین سیکھنے کے ان میں جس کو جو آسان ہو وہ کرے اگر ایسا کیا

تو ان شاء اللہ چند روز میں ہر مسلمان آدھا مولوی ہو جائے گا۔ اگر ایک مسئلہ روز مرّہ معلوم ہوا تو سال بھر میں تین سو ساٹھ مسئلے تو کان میں پڑیں گے پھر ان شاء اللہ ہر وقت پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ کافی ذخیرہ ہوگا اس لئے میں نے یہ حدیث پڑھی تھی۔

خلاصۂ حدیث

اب پھر حدیث کو مکرر پڑھتا ہوں کہ " منھومان لا یشبعان طالب العلم وطالب الدنیا " اور پھر اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ مطلب حضور ﷺ کا یہ ہے کہ طالب دین کا پیٹ نہ بھرنا چاہئے جیسے طالب دنیا کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ چونکہ یہ کام کی بات تھی اور اسہل طور سے بیان ہوئی ہے اس لئے ان شاء اللہ اثر ہوگا اور خدا کرے کہ جب دوسری مرتبہ آؤں تو سب پر اثر دیکھوں۔ اب دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ توفیق دیں۔ آمین وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیّدنا ومولٰینا محمد وآله واصحابه اجمعین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین☆

Ali Composer & Designer

291.Kamran Block Allama Iqbal Town Lahore.# 5414385

"الامداد" اکابرین کی نظر میں

رائے گرامی: شیخ الحدیث حضرت مولانا منظور احمد صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس۔ ملتان

بخدمت گرامی قدر جناب الحاج حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ ماشاء اللہ ماہنامہ الامداد نہایت حسین

صورت و سیرت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے ۔ ضرورت اس امر کی

تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی اور ماہنامہ ہو جس میں حضرت تھانوی قدس سرہ

کی تعلیمات کا بیان ہو الحمد للہ یہ ضرورت الامداد سے پوری ہو رہی ہے

اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے حضرات کو اس کا اجر عظیم فرماویں ۔

سلام مسنون کہیں برادرم مولانا خلیل احمد تھانوی مدظلہم جناب مولوی

اور متعلقات سے ماہنامہ کی اشاعت ... کی صورت میں

میں مضمون ... ہے ۔ اور دعاؤں کی درخواست ہے ۔

احقر محمد منظور احمد عفا اللہ عنہ

خادم الحدیث جامعہ

خیر المدارس ملتان

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ